علم غیب،قرآن وحدیث کی روشنی میں

دعوت قرآن

مسئلہ علم غیب قرآن وحدیث کی روشنی میں

مسئلہ علم غیب پر عام طور سے جگہ جگہ بحثیں ہوتی رہتی ہیں اور بسا اوقات یہ بحثیں لڑائی جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتی ہیں جس کی وجہ ہمارے معاشرے کا اتحاد اور امن وسکون تباہ وبرباد ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہر اختلاف کا حل قرآن وحدیث میں موجود ہے جس کو ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ اسی لئے اس مسئلے کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں سوال وجواب کی شکل میں یہاں پر پیش کیا گیا ہے، جسے مکمل پڑھنے کے بعد کسی بھی انصاف پسند مسلمان کے لئے اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اپنے آپ کو ہر طرح کی جانبداری سے خود کو جدا کر کے اِن سوالات وجوابات کو پڑھ لیں انشاء اللہ اس مسئلہ کی پوری حقیقت خود بخود سمجھ میں آجائے گی۔ **پیش کش:** دعوت قرآن، ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ خضرپور کولکاتا۔۲۳

سوال: غیب کسے کہتے ہیں؟

جواب: جمہور مفسرین کرام کے نزدیک غیب وہ ہے جو حِس سے چھپا ہوا ہو۔ {تفسیر کبیر، جلد اول، ص:۲۷۳}

یعنی آنکھ، ناک، کان وغیرہ جو علم حاصل کرنے کے ذرائع ہیں، اُن سے جو معلوم نہ کیا جاسکے وہ غیب ہے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ غیب وہ چیز ہے جسے کوئی بھی انسان اپنی عقل اور سوچ وفکر کے ذریعے خود سے حاصل نہ کر سکے۔

انتباہ:۔ واضح رہے کہ یہ تعریف انسان کے لحاظ سے ہے، نہ کہ رب کے لحاظ سے۔ کیونکہ ربِّ قدیر کے نزدیک تو دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ ہی نہیں، بلکہ ہر چیز اس کے نزدیک خوب روشن وظاہر ہے۔

سوال: کیا حضور ﷺ کو علمِ غیب حاصل ہے؟

جواب: ہاں، اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حضور ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔

سوال: غیب کا جاننا تو خدائے تعالیٰ کی صفت ہے۔ اب اگر حضور ﷺ کے لئے بھی علم غیب مان لیا جائے تو کیا خدا اور رسول کی صفت برابر نہ ہو جائے گی اور شرک نہ ہو گا؟

جواب: ایسا ہرگز نہ ہو گا، اس لئے کہ اللہ کا جو علم ہے وہ اس کا ذاتی ہے یعنی کسی کے دینے سے نہیں بلکہ اُسے خود حاصل ہے۔ جبکہ حضور ﷺ کا علم عطائی ہے۔ تو خدا دینے والا اور حضور ﷺ لینے والے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ دینے والا اور لینے والا کبھی برابر نہیں ہوتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور کے لئے علم غیب مانا جائے تو اُس سے حضور کا رب کے برابر ہونا لازم نہ آئے گا اور نہ یہ شرک ہو گا۔

دیکھئے، قرآن پاک کے اندر بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کو سننے والا اور دیکھنے والا کہا گیا ہے۔ تو دیکھنا اور سننا خدائے تعالیٰ کی صفت ہوئے، پھر قرآن ہی میں انسان کو بھی دیکھنے اور سننے والا بتایا گیا۔ تو دیکھنا اور سننا انسان کی بھی صفت ہوئے۔ تو کیا کوئی عقلمند یہ کہے گا کہ دیکھنے اور سننے میں انسان {معاذ اللہ} خدا کے برابر ہو گیا لہذا یہ شرک ہوا۔ ایسا ہرگز نہ کہے گا بلکہ ہر کوئی دل سے یقین جانے گا کہ خدا اپنی قدرت وطاقت سے دیکھتا اور سنتا ہے اور انسان خدائے تعالیٰ کی دِی ہوئی طاقت سے دیکھتا اور سنتا ہے۔ لہذا جس طرح دیکھنے اور سننے میں انسان کا خدا کے برابر ہونا لازم نہ آیا اور نہ یہ شرک ہوا۔ اسی طرح علم غیب کے مسئلے میں بھی حضور کا نہ خدا کے برابر ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہ شرک ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے حضور کو بتا ہی دیا تو پھر وہ علم غیب کہاں رہا؟

جواب: وہ غیب ہی رہا، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اُسے غیب ہی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے۔ "وما هو على الغيب بضنين" اور وہ {محمد ﷺ} غیب کی بات بتانے پر بخیل {کنجوس} نہیں۔ {سورہ تکویر، آیت:۲۴}

پھر یہ کہ اگر آپ کی بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی یہ کہنا درست نہ ہو کہ "اللہ غیب جانتا ہے" کیونکہ اللہ کے نزدیک کوئی چیز غیب ہی نہیں بلکہ تمام چیزیں نہایت روشن اور ظاہر ہیں۔

سوال: پھر حضور ﷺ کو "عالم الغیب" کہنا صحیح ہونا چاہئے؟

جواب: نہیں، کیونکہ "عالم الغیب" کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کو "عالمِ غیب" عالمِ ماکان ومایکون {جو کچھ ہو چکا، ہوتا ہے اور ہو گا ان سب کا جاننے والا} اور عالمِ اولین وآخرین کہا جائے گا۔

سوال: حضور ﷺ کا علم غیب اور اللہ تعالیٰ کا علم غیب برابر ہے یا اُس میں کچھ فرق {کمی بیشی} ہے؟

جواب: حضور ﷺ کا علم غیب اللہ کے علم غیب کے برابر ہرگز نہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کا علم محدود {جس کی حد ہو} اور متناہی ہے یعنی قیامت تک کی تمام چیزیں خواہ گزر چکی ہو یا آئندہ آنے والی ہوں اُن سب کا علم آپ کو دیا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب رہے بعد قیامت کا علم۔۔۔۔۔۔ تو قیامت کے بعد کی بعض چیزوں کا علم آپ کو دیا گیا ہے۔ مثلاً حساب وکتاب کا علم، جنت ودوزخ کا علم، اہلِ جنت کا جنت میں رہنے کی کیفیت کا علم وغیرہ۔

جبکہ خدا کا علم غیر محدود {جس کی کوئی حد نہیں} وغیر متناہی ہے یعنی اُس کا علم نہ کسی زمانے کے ساتھ خاص ہے {مثلاً قیامت تک کا علم} اور نہ وہ گنا جا سکتا ہے {مثلاً اتنے ارب یا اتنے کھرب} بلکہ اس کا علم بے انتہا اور بے شمار ہے۔

سوال: قرآن شریف کی کس آیت سے حضور ﷺ کا علمِ غیب ثابت ہے؟

جواب: قرآن شریف کی بہت سی آیتوں سے حضور ﷺ کا علمِ غیب ثابت ہے۔ اُن میں سے چند پیشِ خدمت ہیں۔

آیت نمبر ۱: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ {سورہ آل عمران، آیت:۱۷۹}

ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے غیب پر مطلع کر دے لیکن اپنے رسولوں میں سے غیب کا علم عطا فرمانے کے لئے چُن لیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۲: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ {سورہ جن، آیت:۲۶}

ترجمہ: اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ کے نزدیک تمام رسولوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو بھی علم غیب حاصل ہے۔

آیت نمبر ۳: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ {سورہ تکویر، آیت نمبر:۲۴}

ترجمہ: اور وہ {محمد ﷺ} غیب کی بات بتانے پر بخیل {کنجوس} نہیں۔

یعنی غیب کی بات بتاتے ہیں۔ اور غیب کی باتیں وہی بتائے گا جس کے پاس غیب کا علم ہو گا۔

آیت نمبر ۴: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ {سورہ نساء، آیت:۱۱۳}

ترجمہ: ہم نے آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اور یہ اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

دیکھئے، اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے صاف صاف لفظوں میں فرمادیا کہ {اے محبوب} آپ کو سکھادیا جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے۔اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ حضور یہ نہیں جانتے تھے، حضور کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو وہ آیت قرآنی کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔جس کے انجام سے ہر انسان کو ڈرنا چاہئے۔

سوال: کیا احادیث سے بھی حضور کا علم غیب ثابت ہے؟

جواب: جی ہاں، کثیر احادیث طیبہ سے بھی حضور کا علم غیب ثابت ہے۔ان میں سے چند حاضر ہیں۔

حدیث نمبر ا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہمیں کائنات کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک کی خبر دی، اب جو اُسے یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔{صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: ھو الذی یبدءوا الخلق ثم یعید وھو اھون علیہ، حدیث: ۳۱۹۲}

حدیث نمبر ۲: حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: رسول اکرم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، پس منبر سے اُترے، نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ ﷺ نے اُتر کر عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔تو آپ ﷺ نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا، اُن سب کی خبر دے دی۔تو ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جو اُن باتوں کو زیادہ یاد رکھا ہے۔{صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعۃ، حدیث: ۲۸۹۲}

حدیث نمبر ۳: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے قیامت تک ہونے والی تمام باتیں بتادی۔اور کوئی ایسی بات نہ رہی جس کے بارے میں نے آپ ﷺ سے نہ پوچھا ہوں، البتہ میں نے یہ نہ پوچھا کہ مدینہ میں رہنے والوں کو، کون سی چیز مدینہ سے نکال دے گی۔{صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعۃ، حدیث: ۲۸۹۱ }

حدیث نمبر ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: دجّال آئے گا اور مدینہ کے ایک کنارے میں قیام کرے گا، پھر مدینہ طیبہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی تو ہر کافر اور منافق مدینہ سے نکل کر اُس کی طرف چلا جائے گا۔{صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: ۷۱۲۴}

حدیث نمبر ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف اپنے سامنے دیکھتا ہوں؟ قسم بخدا، مجھ پر تمہارے رکوع وسجود کی ظاہری حالت مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے اور نہ ہی باطنی خشوع وخضوع، بے شک میں اپنے پیچھے سے تمہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے۔{بخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاۃ، حدیث: ۷۴۱۔۷۴۲۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بتحسین الصلاۃ واتمامھا والخشوع فیھا، حدیث: ۴۲۳۔۴۲۴۔۴۲۵}

حدیث نمبر ۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جنگ بدر کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے {یہ کہتے جاتے تھے} اور اپنے ہاتھ کو زمین پر اِدھر اُدھر رکھتے تھے، پھر کوئی کافر حضور کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرّا برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں مرا۔{صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ بدر، حدیث: ۱۷۷۹} اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔اور یہ بات غیب کی ہے۔لہٰذا اس سے حضور کا علم غیب واضح طریقے سے ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے آئے جب مدینہ شریف کے قریب پہونچے تو بڑے زور کی آندھی چلی یہاں تک کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے۔جب آپ ﷺ مدینہ شریف پہونچے تو منافقوں میں سے ایک بڑا منافق مر چکا تھا۔{صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، حدیث: ۲۷۸۲}

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مدینہ شریف میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ایک منافق کے مرنے کی خبر دے دی اور یہ خبر بالکل صحیح ثابت ہوئی، یہی تو علم غیب ہے۔

حدیث نمبر۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم سے متعلق خبر آنے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے ان کے شہید ہو جانے کی خبر لوگوں کو بتادیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا جعفر نے سنبھال لیا ہے، اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب ابن رواحہ نے جھنڈا لیا ہے لیکن وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ آپ ﷺ یہ بیان فرما رہے تھے اور آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار {خالد بن ولید} نے سنبھالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو کافروں پر فتح عطا فرمائی ہے۔ { صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، حدیث:۴۲۶۲}

یہ جنگ ملک شام میں لڑی گئی اور مجاہدین اسلام سے متعلق خبر آنے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے مدینہ شریف میں رہتے ہوئے وہاں کی ساری باتیں یہاں پر صحابہ کرام سے بیان کر دیا۔ اور کسی صحابی نے اِس پر اعتراض بھی نہ کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ آپ مدینہ شریف میں رہتے ہوئے ملک شام میں ہونے والے واقعے کے بارے میں کیسے خبر دے رہے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صحابہ بھی یہ مانتے تھے کہ آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی اور جس طرح آپ اپنی نگاہوں کے سامنے ہونے والے واقعات کو دیکھتے ہیں اُسی طرح دور دراز مقامات پر ہونے والے واقعات کو بھی بغیر کسی ظاہری ذریعے کے دیکھتے اور جانتے ہیں۔ یہی تو غیب کا جاننا ہے۔

حدیث نمبر۸: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے اللہ، ہمارے لئے برکت دے ہمارے ملک شام میں، اے اللہ، ہمارے لئے برکت دے ہمارے ملک یمن میں۔ راوی نے کہا: صحابہ کرام نے عرض کیا: اور ہمارے "نجد" میں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی سینگ ظاہر ہو گی۔ { صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قیل فی الزلازل والآیات، حدیث:۱۰۳۷}

صحابہ کرام کی گذارش کے باوجود حضور ﷺ کا "نجد" {نیانام ریاض سعودی عرب} کے لئے دعا نہ کرنا اور یہ بتانا کہ وہاں فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ یعنی امت کو گمراہ کرنے والا آدمی {محمد بن عبد الوہاب نجدی} پیدا ہو گا۔ اس کا تعلق علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

حدیث نمبر۹: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو کم عمر، عقل سے پیدل ہوں گے، وہ مخلوق میں سب سے بہتر شخص کی بات بیان کریں گے {یعنی وہ حضور کی احادیث بیان کریں گے} مگر وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، پس تم انہیں جہاں پانا قتل کر دینا کیونکہ ان کے قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن بڑا ثواب ملے گا۔ { صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث:۳۶۱۱۔ مسلم، حدیث:۱۰۶۶۔ ترمذی، حدیث:۲۱۸۸۔ نسائی، حدیث:۴۱۰۲۔ ابن ماجہ، حدیث:۱۶۸}

اس حدیث سے حضور ﷺ کا علم غیب صاف ظاہر ہے۔

حدیث نمبر۱۰: مدینہ کے منافقوں نے جب حضور اکرم ﷺ کے علمِ پاک پر اعتراض کیا اور کہا کہ "ہم ان کے زمانے میں اِن کے ساتھ رہ کے انہیں دھوکہ دیتے ہیں اور یہ ہمیں نہیں پہچان پاتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ قیامت تک کہ سارے لوگوں کی اصلیت کو جانتے ہیں" جب حضور ﷺ تک یہ بات پہونچی تو کیا ہوا، حدیث کی زبانی سنئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ کیا اس حدیث کے بعد بھی مصطفیٰ جانِ رحمت کے علمِ غیب سے انکار کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟؟؟ پوری حدیث حاضر خدمت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضور نبی کریم ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے معاملات ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جس کو کسی چیز کے بارے میں پوچھنا ہو وہ پوچھ لے۔ قسم بخدا، تم مجھ سے جس چیز کے بارے میں پوچھو گے میں اِسی جگہ رہتے ہوئے تمہیں اُس کے بارے میں بتا دوں گا، { صحیح مسلم کے حدیث نمبر:۲۳۶۰/ میں یہ لفظ ہے کہ: حضور ﷺ نے فرمایا "سلونی عمّ شئتم" مجھ سے جو چاہو پوچھو} تو لوگ رونے لگے اور حضور نبی کریم ﷺ بار بار فرماتے رہے کہ "مجھ سے پوچھو" حضرت انس

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھے کہ: یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے باپ حذافہ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: پھر حضور بار بار فرمانے لگے کہ: مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے سے راضی اور خوش ہیں۔ تب حضور ﷺ خاموش ہوئے۔

{صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب مایکرہ من کثرۃ السوال، حدیث:۷۲۹۴۔ صحیح مسلم، حدیث:۲۳۵۹}

تلک عشرۃ کاملۃ۔ اِس عنوان سے متعلق کتب احادیث میں اور بہت ساری احادیث طیبہ موجود ہیں، جن سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب حاصل تھا۔ مناسب ہے کہ آپ اوپر بیان کئے گئے آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ کو بالخصوص آخری حدیث کو دوبارہ پڑھئے۔ پھر خود فیصلہ کیجئے کہ: حضور کو علم غیب تھا یا نہیں؟ حضور کے علم غیب پر اعتراض کرنے والے مسلمان تھے یا منافق؟ حضور ان انکار کرنے والوں سے خوش ہوئے یا ناراض؟ حضور جس سے ناراض ہوں اس کا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم؟ ہر ایک پہلو پر خوب غور و فکر کے بعد ہی آخری فیصلہ لیجئے کیونکہ یہ ایمان کا مسئلہ ہے اور اسی پر آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔ اللہ سیدھا راستہ چلانے والا ہے۔ من یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل لہ فلا ھادی لہ۔

سوال: کیا کچھ ایسی آیتیں بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اور کسی کے لئے علم غیب ثابت نہیں؟

جواب: ہاں! چند ایسی بھی آیتیں ہیں جن سے بظاہر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے علم غیب ثابت نہیں۔

سوال: کیا اُن آیتوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کرنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: کیوں نہیں، ضرور بیان کروں گا، لیجئے سنئے۔

آیت نمبر۱: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔{سورہ نمل، آیت:۶۵}

ترجمہ: اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

آیت نمبر۲: وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ۔{سورہ اعراف، آیت:۱۸۸}

ترجمہ: اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

آیت نمبر۳: وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ۔{سورہ انعام، آیت:۵۹}

ترجمہ: اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آیت نمبر۴: قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ۔{سورہ انعام، آیت:۵۰}

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں یہ کہتا ہوں کہ میں خود سے غیب جانتا ہوں۔

آیت نمبر۵: یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ۔{سورہ احزاب، آیت:۶۳}

ترجمہ: لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اُس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

آیت نمبر۶: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔{سورہ لقمان، آیت:۳۴}

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

سوال: اِن آیتوں کے ہوتے ہوئے آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کیسے مان لیا؟

جواب: اب تک کہ بیان سے آپ کو یہ تو ضرور معلوم ہو گیا ہو گا کہ قرآنی آیتوں اور بخاری و مسلم وغیرہ کی صحیح حدیثوں سے حضور کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر قرآنی آیتوں ہی سے آپ ﷺ کے علم غیب کی بظاہر نفی بھی ہو رہی ہے۔ لہٰذا آپ ہی بتائیں کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن میں ایک ہی مسئلے کے متعلق دو طرح کے حکم ہوں؟ ایک جگہ کہا جا رہا ہو کہ "ہے" اور دوسری جگہ کہا جا رہا ہو کہ "نہیں ہے"؟ ہر گز نہیں بلکہ اِن آیتوں میں غیر خدا کے لئے ذاتی علم کی نفی کی گئی ہے کہ بغیر کسی کے دئے خود سے اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھئے۔ مثلاً ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وللہ العزۃ جمیعا۔ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا: وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔ عزت اللہ کے لئے اور اُس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے۔ اب غور کریں کہ عزت اگر رسول اور مومنین کے لئے بھی ثابت ہے تو یہ کیسے کہا جا رہا ہے کہ "عزت" صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اپنے آپ کو "رؤف و رحیم" کہا۔ پھر اسی قرآن میں دوسری جگہ رسول ﷺ کو بھی "رؤف و رحیم" کہا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب ذرا سوچ کر انصاف سے بتائیں کہ ایسی صورت میں کیا کہا جائے؟ کیا یہ کہہ دیا جائے کہ معاذ اللہ! دونوں میں سے کوئی ایک آیت صحیح ہے اور دوسری غلط؟ نہیں، ہر گز نہیں، بلکہ دونوں آیتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر اس کا حل کیا ہے؟ تو اِس کا حل وہ ہے جس کی طرف سرکارِ دوعالم ﷺ نے خود اشارہ فرمایا کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں" اور قرآن نے تو صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ "اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو"۔ لہٰذا ہمیں علماء ہی سے ایسے مسئلوں کا حل معلوم کرنا چاہئے۔

یہاں ہمارا مقصود چونکہ علم غیب کا مسئلہ حل کرنا ہے اس لئے ابھی اٹھائے گئے اِن مسئلوں کو چھوڑتا ہوں اور صرف علم غیبِ مصطفیٰ ﷺ کی نفی کے سلسلے میں اوپر لکھی گئیں آیات کریمہ کے بارے میں علمائے ربانیین نے جو کچھ بیان کیا ہے اُن کو مختصراً بیان کئے دیتا ہوں۔ لیکن اصل جواب سے پہلے چند باتیں خوب ذہن نشین فرما لیں اور کبھی نہ بھولیں تا کہ آنے والی باتوں کا سمجھنا آپ کے لئے آسان ہو جائے۔

{۱} حضور کا یہ علم عطائی یعنی خدا کے دینے سے ہے۔ ذاتی یعنی خود سے نہیں ہے۔

{۲} آپ کو قیامت تک کی ہر ہر چیز کا علم دیا گیا۔

{۳} تمام اولین و آخرین کا علم آپ کو ایک ساتھ نہیں دیا گیا بلکہ قرآن جس طرح ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر مکمل ہوا، اُسی طرح حضور کو بھی تھوڑا تھوڑا دیا گیا اور جس دن قرآن مکمل ہوا اس دن آپ کا یہ علم شریف بھی مکمل ہوا۔ لہٰذا ایسا ہو سکتا ہے بعض چیزیں آپ کو پہلے معلوم نہ تھیں پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن چیزوں کا علم بھی عطا فرما دیا۔

اب اُن آیتوں کی تشریح مفسرین کے بیان سے سنیں اور دیکھیں کہ علماء نے کس طرح دونوں باتوں کو صحیح فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱: قُل لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ {سورہ نمل، آیت: ۶۵}

ترجمہ: اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بلا واسطہ یا اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ {جاء الحق، بحوالہ تفسیر انموذج جلیل}

یعنی اس آیت کے تین مطالب بیان کئے گئے۔{۱} بغیر واسطہ اور کسی ذریعہ کے جاننا یہ صرف اللہ کی شان ہے۔{۲} یا پھر اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے سیکھے بغیر غیب کا جان لینا یہ اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔{۳} یا پھر یہاں غیب سے مراد تمام غیب ہے، یعنی تمام غیوب کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

اب آپ غور کریں کہ ان تین معنوں میں سے کسی بھی معنی کے لحاظ سے یہ آیت ہمارے حضور ﷺ کے علم غیب جاننے کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو ہم اہل سنت وجماعت بھی نہیں کہتے کہ سارے غیوب آپ ﷺ کو معلوم ہے، یا آپ بغیر اللہ کے بتائے غیب جانتے ہیں۔ بلکہ سنی حضرات بھی یہی کہتے ہیں کہ بس قیامت تک کا سب غیب اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ کو معلوم ہے تو پھر یہ آیت اہل سنت کے عقیدہ علم غیب کے خلاف کیسے ہو گئی؟

آیت نمبر۲: وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوۡٓءُ۔{سورہ اعراف، آیت:۱۸۸}

ترجمہ: اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

اِس آیت میں بلاواسطہ جان لینے کی نفی کی گئی ہے۔ رہی بات خدا کے بتادینے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا جان لینا تو یہ بات بالکل درست اور امر واقع ہے۔{نسیم الریاض}

تفسیر بیضاوی میں اِس آیت کے تحت ہے: وهو إظهار للعبودية والتبري من ادعاء العلم بالغيوب إلا ما شاء الله- یعنی حضور کا یہ فرمانا کہ اگر میں غیب جانتا الخ تو آپ نے یہ اظہار بندگی کے لئے کہا اور آپ نے تمام غیوب کو جاننے کا دعویٰ کرنے سے اپنی برأت کا اعلان کرنے کے لئے کہا۔ ہاں مگر جتنا اللہ نے چاہا آپ کو غیب کے علم سے نوازا۔{تفسیر بیضاوی، جلد:۳/ص:۸۱}

تفسیر جلالین کے حاشیہ تفسیر صاوی میں ہے: اَنّہ قَالَ تَوَاضُعاً۔ یعنی حضور نے یہ تواضع وانکساری کے طور پر کہا۔

آیت نمبر۳: وَ عِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ۔{سورہ، انعام، آیت:۵۹}

ترجمہ: اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بلاوسیلہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔{تفسیر عنایت القاضی}

آیت نمبر۴: قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ۔{سورہ انعام، آیت:۵۰}

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں یہ کہتا ہوں کہ میں خود سے غیب جانتا ہوں۔

اس آیت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ علم غیب ذاتی صرف اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے علاوہ ذاتی علم غیب کسی کے لئے نہیں ہے۔{تفسیر نیشاپوری}

اور یونہی خزانہ سے مراد سارے خزانے کہ اللہ کے دئے بغیر میرے پاس نہیں ہے۔ اور اللہ کے دینے سے ضرور ہے جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں۔{صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر، حدیث:۲۹۷۷۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث:۵۲۳}

آیت نمبر۵: يَسۡـئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ۔{سورہ احزاب، آیت:۶۳}

ترجمہ: لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اُس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

اِس آیت کے تحت علامہ صاوی کہتے ہیں کہ: یہ بات{حضور ﷺ کا قیامت کے بارے میں نہ جاننا} اُس وقت کی ہے جب سوال ہوا تھا، کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ وصال اقدس سے پہلے تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کا علم عطا فرمادیا تھا جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے{جیسا کہ سورہ نساء آیت نمبر:۱۱۳/ میں ہے} اُن تمام میں سے قیامت کا بھی علم ہے۔

آیت نمبر۶: اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَ يَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ‌ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ‌ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ۔{سورہ لقمان، آیت:۳۴}

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

اِس آیت میں پانچ چیزوں کا بیان ہے۔{۱} قیامت کب ہوگی؟۔{۲} بارش کب ہوگی؟۔{۳} عورت کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی؟۔{۴} کل کیا ہوگا؟۔{۵} کون کہاں مرے گا؟ اِن پانچ چیزوں کے بارے میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اِن کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں اور جو غیر خدا کے لئے مانے وہ مشرک ہے۔ آیئے! ذرا مفسرین کرام اور علماء عظام کے ارشادات ملاحظہ کریں تاکہ درست بات معلوم ہو جائے۔

اس آیت کے تحت "تفسیرات احمدیہ" میں ہے: اِن پانچ باتوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور محبوب بندوں کو سکھادے۔

تفسیر صاوی میں ہے: اِن باتوں کو کوئی خود سے نہیں جانتا۔ رہا خدائے تعالیٰ کے کسی بندہ کو بتا دینے سے اُس بندہ کا جاننا تو اُس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ انبیائے کرام اور بعض اولیائے کرام {ان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے}

پھر یہی علامہ صاوی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آگے تحریر فرماتے ہیں: علماء نے فرمایا کہ: حق یہی ہے کہ دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے آپ ﷺ کو اِن پانچ باتوں پر اطلاع مِل چکی تھی۔

اِن پانچ چیزوں کے بارے میں علماء نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اُس کا ثبوت احادیث سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً

کل کیا ہوگا؟ کے تعلق سے صحیح بخاری و مسلم وغیرہ متعدد کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے کہ: جنگِ خیبر کے موقع سے ایک دن حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: کل میں جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا، راوی بیان کرتے ہیں کہ: پھر کل ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے جھنڈا عطا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔{صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث:۴۲۱۰۔ صحیح مسلم، حدیث:۲۴۰۶}

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ معلوم تھا کہ کل کیا ہوگا؟۔ اس کے علاوہ سیکڑوں احادیث ہیں جس میں حضور ﷺ نے آنے والے زمانے کے بارے میں بتایا کہ آئندہ ایسا ایسا ہوگا۔ اس لئے اس میں کسی بھی مسلمان کا شبہ کرنا زیب نہیں دیتا، کیونکہ یہ بات مسلمان کے بچوں پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

کون کہاں مرے گا؟ کے تعلق سے آپ اوپر میں پوری حدیث پڑھ چکے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کون کافر کہاں مرے گا، اور آپ ﷺ نے جس کافر کی جو جگہ بتائی وہ اُس جگہ سے ذرا سا بھی اِدھر اُدھر نہیں مرا۔{صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ بدر، حدیث:۱۷۷۹}

بارش کب ہوگی؟ اس کی بھی خبر حضور ﷺ نے دی، چنانچہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا: ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَ لَا وَبَرٍ۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسی بارش بھیجے گا جس سے کوئی گھر شہر اور دوکان خالی نہ رہے گا۔{مشکوۃ المصابیح، جلد دوم، ص:۴۷۳۔ ۴۷۴۔ مسلم شریف}

اِس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے وقت سے پہلے بارش کی خبر دے دی۔ لیکن ہو سکتا ہے کوئی کہہ دے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، صحیح نہیں ہے وغیرہ۔ لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کا علم حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا جیسا کہ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ سَبۡعَ سِنِيۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِىۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّا تَاۡكُلُوۡنَ ثُمَّ يَاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ

سَبۡعٌ شِدَادٌ يَّاۡكُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ثُمَّ يَاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيۡهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيۡهِ يَعۡصِرُوۡنَ -

ترجمہ: یوسف {علیہ السلام} نے کہا: تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے، پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلے ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا سوائے اُن تھوڑے سے غلے کے جسے تم کھاؤ، پھر اُس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اُس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر رکھا تھا سوائے تھوڑے سے غلّے کے جنہیں تم محفوظ رکھو گے، پھر اُس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش ہو گی اور اُس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے۔ {سورہ یوسف، آیت:۴۷۔۴۸۔۴۹}

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ کے بتانے سے معلوم تھا کہ چودہ سال کے بعد پندرہواں سال ایسا آئے گا جس میں بارش ہو گی۔ اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تمام انبیائے کرام کو جتنی خوبیاں دی گئیں وہ سبھی خوبیاں حضور ﷺ کو بھی عطا کی گئیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ آپ کو عطا کی گئیں۔ تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو بھی بارش کا علم دیا گیا۔

ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ تو اس بات کا علم بھی حضور کو دیا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت امام حسین کی پیدائش کی خبر آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی دے دیا تھا۔ ام الفضل بنت حارث بیان کرتی ہیں کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور میں نے حضور سے عرض کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے رات کو ایک بہت ہی غلط خواب دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا دیکھا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ، فاطمہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو تمہاری گود میں رکھا جائے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں رکھے گئے۔ {المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، اول فضائل ابی عبد اللہ الحسین بن علی الشھید رضی اللہ عنھما، حدیث:۴۸۱۸} اس حدیث کو امام ذہبی نے صحیح قرار دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اللہ کے بتانے سے اِس بات کا بھی علم تھا کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟

ہو سکتا ہے کوئی کہنے والا کہہ دے کہ یہاں حضور نے تو خواب کی تعبیر بیان فرمائی تو یہ علم غیب کیسے ہوا؟ تو اُن سے عرض ہے کہ یہ خواب دوسرے خوابوں کی طرح نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے لڑکا پیدا ہونے کی جو خبر دی خواب میں اِس کا کوئی ذکر نہیں۔ لہٰذا یہ بات جو اللہ کی عطا سے آپ نے بتایا غیب ہی کی بات ہوئی۔

اب آیئے! کچھ ایسی حدیثوں کا بھی ذکر کر لیں جن کو کچھ لوگ علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں اور کسی طرح حضور کی اِس خوبی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اور کوئی نہ کوئی بہانہ لگا کر انکار پر اڑے رہتے ہیں۔ افسوس! ایک سچے امتی کے دعویدار کا اپنے نبی کی خدا داد خوبی کے ساتھ یہ رویہ!!! فالله الى المشتكىٰ۔

حدیث نمبر ۱: حضور علیہ السلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے، وہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے کے شہداء کرام کا مرثیہ گا رہی تھیں، حضور کو دیکھ کر اُن میں سے کسی شعر کا یہ ٹکڑا پڑھ دیا "وَفِينا نبی يعلم مافی غد" یعنی ہم میں ایسے نبی ہیں جو آنے والے کل کی بات جانتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ چھوڑ دو اور جو گا رہی تھیں وہی گائے جاؤ۔ { صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ، حدیث:۵۱۴۷}

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ: دیکھئے اگر حضور ﷺ واقعی غیب جانتے تو اُن بچیوں کو منع نہ فرماتے۔ آپ کا منع فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے۔

اُن سے عرض ہے کہ یہاں یہ غور کرنا چاہئے کہ اس شعر کا بنانے والا کون ہے؟ کیا وہ بچیاں؟ نہیں۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ بچیوں کا شعر بنانا خلاف عادت ہے۔ تو کیا کسی کافر نے یہ شعر بنایا؟ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ تو ہمارے نبی ﷺ کو نبی ہی نہیں مانتے تھے۔ لا محالہ کسی صحابی نے بنایا ہو گا۔ تو اگر ایسا کہنا شرک ہوتا تو حضور ﷺ اُس صحابی کا پتہ لگاتے اور پھر اُن سے توبہ کراتے یا کم از کم اِس شعر کی مذمت فرماتے اور حاضرین کو اس کے شرک ہونے پر آگاہ ضرور کرتے کیوں کہ دنیا میں آپ کی آمد شرک مٹانے ہی کے لئے ہوئی تھی مگر آپ ﷺ نے ایسا کچھ نہ کیا۔ اِس کا صاف مطلب ہے کہ یہ شرک نہیں ہے۔

دوسری خاص بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ جس طرح منہ کے سامنے کسی عالم دین کی تعریف کی جائے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ "ارے بھائی بس کرو، کوئی دوسری بات کرو" اور یہ بات تو ہمارے سماج میں ہوتی ہی رہتی ہے اور ہم بھی ایک دوسرے کو منہ کے سامنے تعریف کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔ لہذا حضور ﷺ نے بھی منہ کے سامنے اپنی تعریف سننا پسند نہ فرمایا اس لئے منع فرمادیا۔

حدیث نمبر ۲: تیمم کی آیت نازل ہونے کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، اِدھر اُدھر خوب تلاش کیا گیا مگر نہ ملا پھر کافی دیر کے بعد جب اونٹ کو اٹھایا گیا تو اُس کے نیچے سے نکلا۔

اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضور کو غیب معلوم ہوتا تو لوگ کیوں پریشان ہوتے؟ حضور فورا بتا دیتے پھر وہاں سے چل پڑتے، معلوم ہوا کہ حضور کو غیب کا علم نہیں۔

تو ایسے لوگوں سے عرض ہے کہ آپ کو معلوم تو تھا مگر ایک خاص سبب کی وجہ سے آپ ﷺ نے بیان نہیں فرمایا۔ وہ خاص سبب یہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ جان رہے تھے کہ ہار تلاش کرتے کرتے نماز کا وقت ہو جائے گا۔ اور اِس صحرا میں لوگ پانی نہیں پائیں گے تو فضلِ الٰہی کا نزول ہو گا اور اِس طرح کے مواقع پیش آنے کے وقت میری امت کے لئے کوئی نہ کوئی آسانی مِل جائے گی جس سے قیامت تک میری امت کے لوگ مستفیض ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تیمم کی رخصت نازل ہوئی جو کہ ایک بڑی رحمت ہے۔ اس لئے آپ ﷺ جانتے ہوئے بھی خاموش رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اُس وقت نماز کے مسئلے کو لے کر صحابہ کرام کافی پریشان تھے یہاں تک کہ لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شکایت بھی کی۔ مگر رسولِ گرامی وقار ﷺ کو سب سے زیادہ نماز کی محبت ہونے کے باوجود اُس وقت انتہائی اطمینان و سکون کے ساتھ آرام فرما رہے تھے اور آپ پر کوئی بے چینی نہ تھی۔

حدیث نمبر ۳: جنگ مریسیع سے واپسی پر رات کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام نے ایک مقام پر قیام فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رفع حاجت {پیشاب یا پاخانہ} کے لئے کچھ دور نکل گئیں۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔ لہذا آپ پھر ہار تلاش کرنے چلی گئیں۔ واپس آکر دیکھتی ہیں کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور وہاں کوئی نہیں ہے۔ آپ اکیلی رہ گئیں۔ ادھر صحابی رسول حضرت صفوان بن معطل {جن کا کام ہی تھا کہ لشکر کے پیچھے پیچھے اِس خیال سے چلے تاکہ لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھالیں} یہاں آپہونچے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سوئی ہوئیں پایا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے سمجھا کہ موت ہو چکی ہے لہذا "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ آواز سُن کر آپ بیدار ہو گئیں۔ حضرت صفوان نے آپ کو اپنے اونٹ پر بٹھایا اور خود مہار تھامے پیدل چل کر لشکر سے جا ملے۔ اس واقعے کو غلط طریقے سے لیتے ہوئے منافقوں نے اپنی شاطر دماغ کی فرضی پیداوار سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگادی اور بد تمیزی کا طوفان کھڑا کر دیا۔ جگہ جگہ اس واقعے کا خوب چرچا کیا حتّٰی کہ بعض صحابہ بھی اس ناپاک سازش کے شکار ہو گئے اور اِس کو سچ سمجھنے لگے۔ تو طبعی طور پر انسان ہونے کے ناطے آپ ﷺ کو بڑا غم ہوا۔ {صحیح بخاری، مفہوما}

اب اِس زمانے کے کچھ لوگ اپنی بد دماغی سے یہ چند سوال اٹھاتے ہیں۔

{۱} اگر آپ کو علم غیب ہے تو آپ حضرت عائشہ سے ناراض کیوں ہوئے تھے؟

{۲} اگر آپ کو علم غیب تھا تو پھر آپ پریشان ہی کیوں ہوئے تھے؟

{۳} پھر اگر آپ کو حضرت عائشہ کی پارسائی اور بے گناہی معلوم ہی تھی تو اتنے دنوں تک خاموش کیوں رہے؟ اور وحی کا انتظار کیوں کیا؟ اپنی بیوی کی بے گناہی بیان کر کے اُس طوفان کو روک دیتے مگر ایسا نہ کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ دیکھئے خود آقائے کریم ﷺ اپنے دلِ مبارک کی کیا کیفیت بیان فرماتے ہیں:

ایک دن منبر اطہر پر کھڑے ہو کر صحابہ کے سامنے حضور نے اِس سے متعلق ایک مختصر خطبہ دیا۔اِس خطبہ میں آپ نے ایک بہت ہی اہم بات کہی ہے جو بخاری کی اِسی حدیث میں آج بھی موجود ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں"فو اللہ ما علمت علی اھلی الا خیر ا"خدا کی قسم،مجھے اپنی بیوی کی پاک دامنی اور بے گناہی پر یقین ہے۔{بخاری۔۔۔۔۔۔}

سبحان اللہ! کس قدر صاف اور واضح انداز میں آپ نے فرمایا کہ میری بیوی پاک ہے بے گناہ ہے۔اس کے باوجود بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہتا پھرے کہ نہیں حضور کو علم نہیں تھا،تو اُس منکر،ہٹ دھرم کا دنیا میں کیا علاج ہے۔ہاں البتہ میدانِ محشر میں ضرور اِس ناپاک بات کی سزا پائے گا۔

سبحان اللہ! سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا جس چیز پر قسم کھا کر فرمائیں کہ میں تو خیر {یعنی اچھا} ہی جانتا ہوں اور دین کے دشمن اسی کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ نہیں جانتے تھے۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ،اللہ تعالی ہر مسلمان کو ایسی سمجھ سے بچائے۔

اس حدیث پاک میں حضور نے نہ صرف حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کو بے گناہ بتایا بلکہ ایک اور سوال کا بھی جواب عنایت فرما کر خبیث نفسوں کا منھ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔یعنی نبی کا کوئی دشمن،بد باطن فتنہ پھیلانے والا یہ سوال اٹھا سکتا تھا کہ ہاں حضرت عائشہ تو بے قصور تھیں مگر وہ مرد جن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں تھیں انہوں نے زبردستی کچھ بد تمیزی اور چھیڑ چھاڑ کی ہو گی۔

قربان جایئے غیب کی خبر دینے والے آقا ﷺ پر کہ آپ نے اِس سوال کا بھی پہلے ہی جواب دے دیا اور مسلمانوں کو مزید الجھن میں پڑنے سے بچا لیا۔چنانچہ بخاری کی اسی حدیث میں ہے"و لقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیر ا"اُن {فتنہ پھیلانے} والوں نے ایک ایسے آدمی کی بات کہی ہے جس کو میں اچھا ہی جانتا ہوں۔

نتیجہ کیا نکلا؟یہی کہ حضور نہ حضرت عائشہ صدیقہ سے بد گمان تھے اور نہ لانے والے صحابی رسول صفوان بن معطل کے بارے میں کچھ شک فرماتے تھے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف تکلیف اور پریشانی کی وجہ سے یہ سمجھ لینا سراسر غلط ہے کہ حضور ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا۔دوسرے کے دُکھ درد کو سمجھنا تو ذرا مشکل ہوتا ہے اس لئے فرض کیجئے اگر اِس طرح کا حادثہ آپ ہی کے ساتھ پیش آئے اور دشمن آپ پر نہایت ذلیل اور شرمناک قسم کا کوئی بہتان باندھے اور جگہ جگہ اس کا چرچا کر کے سماج میں آپ کو رُسوا کرنا چاہے۔ایسی صورت میں ایمان سے بتایئے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ آپ پاک دامن اور بے قصور ہیں۔کیا آپ کو پریشانی لاحق نہ ہو گی؟کیا آپ کا چہرہ پھیکا نہ پڑے گا؟کیا آپ اپنا زیادہ تر وقت سوچ و فکر میں گزاریئے گا؟اور کیا ایک باعزت آدمی اس طرح کے حالات میں صرف اس لئے خوش اور مطمئن نظر آئے گا کہ وہ اپنے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے خلاف جو الزام لگایا گیا ہے وہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

انسان ہونے کے ناطے اپنی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آپ کا جواب یہ ہو اور یہی ہونا بھی چاہئیے کہ اس طرح کے حالات میں ایک شریف آدمی کی پریشانی لازمی چیز ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔تو اسی کے ساتھ یہ بھی ماننا ہو گا کہ حضور کی پریشانی کی وجہ ان منافقوں کی بد تمیزی اور شرارتیں تھیں،آپ کی لاعلمی نہیں۔

انہیں رنج و غم اور پریشان کُن حالات کا اثر تھا کہ اُن دنوں حضور ﷺ اکثر فکر مند اور اداس رہا کرتے تھے۔طبعی حالات کے تحت جہاں زندگی کے اور کام میں فرق پڑ گیا وہیں ازدواجی زندگی کی خوشی بھی کچھ بد مزہ سی ہو گئی تھی۔بہر حال آپ کے غمگین اور پریشان رہنے کی وجہ آپ کی لاعلمی نہیں بلکہ وہ تھا جو ابھی بیان ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اپنے گھر کا تھا اور ظاہر ہے کہ اپنے علم کی بنیاد پر حضور ﷺ اِس مقدمہ کا فیصلہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں فرما دیتے تو اِس سے کوئی بھی بد باطن منافق کہہ سکتا تھا کہ "چونکہ مسئلہ اپنی بیوی کا تھا اس لئے {معاذ اللہ} جان بوجھ کر جانبداری سے کام لیا گیا اور مجرم کے جرم پر پردہ ڈالا گیا" اور خاص طور سے مدینہ شریف لے اُس وقت کے ماحول میں منافقوں کی طرف سے اس طرح کا سوال اٹھانا کوئی بعید نہ تھا کیونکہ منافقوں کا ایک بہت بڑا گروپ رات و دن اسی طرح کی منصوبہ بندی میں مصروف تھا اور طرح طرح کے افواہوں کے ذریعے اس فتنہ کو اس طرح ہوا دے رہا تھا کہ کئی صحابہ کرام بھی اس فتنے کا شکار ہو گئے۔لہذا ان حالات میں احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ خود فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ اس ذات سے اس مقدمہ کا فیصلہ کرایا جائے جس کے بارے میں جانب داری یا پردہ پوشی کا شبہ بھی نہ کیا جا سکے

۔لہٰذا حضور ﷺ نے اللہ کی طرف سے وحی کا انتظار کیا۔ بالآخر ایک مہینے کے طویل انتظار کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کی برأت اور بے گناہی کے بارے میں وحی نازل ہوئی ۔اہلِ ایمان مطمئن ہو گئے اور منافقوں کا منہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

انتباہ: جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور کو معلوم ہو تا تو دیر کیوں کرتے؟ مگر آپ نے سُن لیا کہ یہ برأت کی وحی بھی ایک مہینہ کے بعد نازل ہوئی تو کیا {معاذ اللہ} اللہ کو بھی معلوم نہ تھا اسی لئے اتنے دنوں کے بعد وحی بھیجی؟

اس تیسرے سوال کا جواب یہ بھی ہے کہ اگر حضور ﷺ خود اپنے الفاظ میں برأت کا اعلان کر دیتے تو اس کو حدیث کہا جاتا۔ لہٰذا جو لوگ خود اپنے کانوں سے حضور کے الفاظ کو سُن لیتے انہیں تو سچ مچ اطمینان ہو جاتا لیکن یہی حدیث جب روایتوں کے ذریعے آنے والی نسلوں تک پہونچتی تو ممکن تھا کہ کوئی یہ کہہ دیتا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، بخاری میں نہیں ہے، یہ حدیث ضعیف ہے فلاں راوی ناقابل اعتبار ہے یا یوں ہی اور کوئی کمی و خامی دِکھا کر کہہ دیتا کہ اس حدیث کو دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔ تو معاذ اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت مشکوک ہو کر رہ جاتی۔

لیکن برأت کا اعلان اگر خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہو جائے تو اُسے قرآن کہا جائے گا اور قیامت تک کسی کو بھی یہ ہمت نہ ہو گی کہ قرآن کی صحت کے بارے میں شک و شبہ کر سکے۔ یہی وہ عظیم مصلحت تھی جس کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے خود برأت کا اعلان نہ فرمایا۔

یہ باتیں اِس ناچیز کی من گڑھت نہیں بلکہ مرجع المفسرین حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "تفسیر کبیر" سے مستفاد ہیں جنہیں مزید تحقیق چاہئے وہ وہاں سے رجوع کریں۔

حدیث نمبر ۴: ابو براء نجدی {جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا} کی سفارش پر نبی کریم ﷺ نے اپنے ستّر صحابہ کرام کو نجدیوں کی ہدایت اور انہیں اسلام کی دعوت دینے کے لئے ابو براء نجدی کے ساتھ روانہ فرمایا مگر نجد کے قبیلہ رِعل و ذکوان کے کافروں نے بیر معونہ نامی کنواں کے پاس سوائے دو کے ان تمام صحابہ کرام کو دھوکہ سے شہید کر دیا۔ {مفہوما}

اس واقعے کی وجہ سے کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور کو علم غیب ہو تا تو صحابہ کو ہرگز اس کے ساتھ نہ بھیجتے۔

اُن حضرات سے عرض ہے کہ اس سے یہ سمجھنا کہ حضور کو ان کی شہادت کا علم نہ تھا، صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ زخمی ہوں گے یا شہید کر دیئے جائیں گے خدائے تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لئے مبلغین اسلام کو بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ دیکھئے قرآن پاک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے دین یہودیوں کی ہدایت کے لئے کئی نبیوں کو ان کے پاس بھیجا مگر ان یہودیوں نے ان میں سے بہت سے نبیوں کو شہید کر دیا تو کیا وہ لوگ اللہ کے بارے میں بھی کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ان نبیوں کے شہید ہونے کا علم نہ تھا ورنہ کیوں بھیجتا۔ معاذ اللہ! من ھذہ الھفوات۔

بلکہ نبی کی عظمت پر خوش ہونے والا ایک سچا مسلمان یہی کہے گا کہ حضور ﷺ کو اُن صحابہ کے شہید ہونے کا علم تھا۔ اسی لئے حضور نے ابو براء سے برجستہ اس کا اظہار کر دیا تھا۔ چنانچہ اسی واقعہ میں حضور اکرم ﷺ کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ "انی اخشی علیھم اہل النجد" مجھے خطرہ ہے کہ نجدی لوگ ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ {ضیاء النبی، جلد:۳/ص:۵۹۲}

اس مختصر سے رسالے میں ہم کس کس آیت اور کس کس حدیث کا صحیح مطلب بیان کریں۔ اب تک جو کچھ بیان ہو چکا، انشاء اللہ ایک مسلمان کے اطمینان قلبی کے لئے وہی کافی ہے۔ البتہ خلاصے کے طور کچھ "نوٹ" کئے دیتا ہوں تاکہ علم غیب سے متعلق قرآنی آیتوں اور حدیثوں کو سمجھنے میں آپ کو ایک روشنی ملے اور آپ اس کا صحیح مطلب سمجھ سکیں۔ وہ نوٹ یہ ہیں۔

جب آپ ﷺ کا غیب جاننا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو ہر وہ آیت وحدیث جو بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوں ان میں مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی بات ہو سکتی ہے۔

ان آیتوں یا حدیثوں میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہوں یا ذاتی ملکیت کی نفی کی گئی ہو یا تواضع وانکسار کے طور پر حضور نے ایسا کہا ہو یا اپنے سامنے اپنی تعریف سننا پسند نہ کیا ہو، اس لئے ایسا فرمایا ہو۔ یا کسی حکمت اور خاص بات کی وجہ سے حضور خاموش رہے ہوں اور جواب نہ دیا ہو یا جواب دینے میں تاخیر کی ہو۔ یا اللہ کے فضل وکرم سے آپ کو معلوم تھا کہ ایسا ہونے ہی والا ہے اور خدا کی طرف سے ایسا ہونا مقدر ہو چکا ہے اسے کوئی رد نہیں کر سکتا، لہٰذا آپ خاموش رہے ہوں۔ اسی طرح خود جانتے ہوئے بھی کسی سے کچھ پوچھ لئے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جانتے ہوئے بھی پوچھنا یہ کچھ نبی علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ خود رب قدیر نے بھی پوچھا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے رب کائنات نے فرمایا "وما تلک بیمینک یا موسیٰ" اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے جواب دیا تھا "ھی عصای" یہ میری لاٹھی ہے۔

{سورہ طٰہٰ، آیت:۱۷}

یوں ہی بہت سی حدیثوں میں یہ بات ملتی ہے کہ فرشتے جن کے ذمے زمین میں گھوم پھر کے دیکھنا ہے کہ کون بندہ کیا عبادت کرتا ہے؟ وہ جب بارگاہ الٰہی کی طرف واپس جاتے ہیں تو رب کائنات ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں پایا؟ اب آپ ہی سوچیں کہ خالق کائنات جسے ذرہ ذرہ کا علم ہے کیا اُسے اِن باتوں کا علم نہ تھا کہ حضرت موسیٰ سے پوچھا، فرشتوں سے پوچھا؟

بات دراصل یہ ہے کہ اس طرح کے سوال میں کوئی حکمت اور مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی بات پر خاموش رہنے سے یا کسی سے کچھ پوچھ لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس بات کا علم ہی نہیں۔ اب ان باتوں کو خوب یاد رکھیں تاکہ آپ دھوکہ نہ کھائیں۔

سوال: اگر کوئی صرف اُن آیتوں کو مانے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کو غیب کا علم نہ تھا اور اُن آیتوں کو نہ مانے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب تھا۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن حکیم کی ہر آیت پر ایمان لانا اور اسے ماننا لازم وضروری ہے اس کے بغیر کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ بعض آیتوں کا اقرار اور بعض آیتوں کا انکار کرنے والوں کے تعلق سے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ {سورہ بقرہ، آیت:۸۵۔۸۶}

ترجمہ: کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو۔ تو جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے لئے دنیا میں ذلت ورسوائی ہے اور قیامت کے دن انہیں سخت عذاب کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو آخرت کے بدلے خریدا تو ان کے عذاب میں کوئی کمی نہ کی جائے گی اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔

سوال: نبی ﷺ کی ذات اقدس میں کمی اور خامی تلاش کرنا کیسا ہے؟

جواب: نبی ﷺ کی ذات اقدس میں کمی وخامی کی تلاش گویا آپ کی توہین اور آپ کی شان کو گھٹانا ہے اور یہ بات تمام علماء کے نزدیک کفر ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے کہا کہ "فلاں کا علم حضور سے زیادہ ہے" تو اس نے حضور کو عیب لگایا اور آپ کی توہین کی اور صحابہ کے زمانہ سے اب تک تمام علماء یہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ نبی کی توہین کفر ہے۔ {نسیم الریاض للخفاجی، جلد:۴/، ملخصا}

بہر حال اب تک کے بیان سے آپ کو ضرور یقین ہو چکا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا اور آپ ﷺ غیب جانتے ہیں۔ مگر آپ کی مزید رہنمائی کے لئے اتنا اور کہوں گا کہ حضور ﷺ کے علم غیب کے ثبوت میں بے شمار آیتیں اور احادیث مبارکہ موجود ہیں لیکن افسوس! کچھ لوگوں کو وہ آیتیں اور احادیث تو نظر آتی ہیں

جن سے بظاہر لگتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں {حالانکہ ان میں ذاتی علم غیب کی نفی کی گئی ہے} اور انہیں وہ آیتیں اور احادیث نظر نہیں آتیں جن سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علم غیب حاصل ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "نبی غیب کی بتانے پر بخیل نہیں ہے {سورہ تکویر، آیت:۲۴}

اسی طرح انہیں وہ احادیث بھی نظر نہیں آتیں جن سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم غیب صاف ظاہر ہوتا ہے مثال کے طور پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق پہلے ہی بتادیا تھا کہ یہ دونوں شہید کئے جائیں گے {بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۶۹۷۔ صحیح مسلم، حدیث:۲۴۱۷۔ ترمذی، حدیث:۳۶۹۷}

چنانچہ فرمان نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولولؤ نے ۲۴/ ہجری میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے ۳۵/ ہجری میں حملہ کرکے شہید کردیا۔

ایسے لوگوں پر بڑا افسوس ہوتا ہے جو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کلمہ پڑھنے کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُن خوبیوں کا انکار کرتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے محبوب کو عطا کی ہیں۔ یاد رکھیں! حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم غیب کا انکار کرنا اور مذاق اڑانا منافقوں کا طریقہ ہے اور آپ کی کسی خوبی کو چھپانا یہودیوں کا طریقہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ لوگ براہ راست انکار کر دیا کرتے اور چھپایا کرتے تھے اور یہ لوگ اللہ عزوجل کا نام پاک کا سہارا لے کر اور قرآن و احادیث کا غلط معنی بیان کرکے انکار کر رہے ہیں {اور کہہ دیتے ہیں کہ علم غیب صرف اللہ کو ہے، یہ خوبی صرف اللہ کے پاس ہے، اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں} جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی عطا سے نبیوں کے پاس علم غیب ہے فرق یہ ہے کہ اللہ کا علم غیب ذاتی ہے اور نبی کا علم غیب عطائی ہے۔ یہی صحیح اسلامی عقیدہ ہے۔

افسوس! ہم ایک طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ جو نبی کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کو علم غیب نہیں۔۔۔۔۔۔ ہم ایک جانب یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ سب سے افضل ہمارا نبی۔۔۔۔۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ہماری طرح ہیں۔۔۔۔۔۔۔ ایک طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کے صدقے میں کائنات کو پیدا فرمایا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کے پاس کسی چیز کا اختیار نہیں۔۔۔۔۔۔۔ نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ نبی مر کر ختم ہوگئے۔۔۔۔۔ مٹی ہوگئے۔ {معاذاللہ}

اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس طرح کی باتوں سے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمت ظاہر کی جارہی ہے یا نبی میں کمی تلاش کی جارہی ہے۔ ہر انصاف پسند، خدا ترس اور سچا عاشق رسول یہی کہے گا کہ اس قسم کی سوچ اور فکر سے توہین مصطفی کی بُو آرہی ہے۔

توہین نبی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ابلیس مقبول سے مردود اور جنتی سے جہنمی ہوا، ورنہ اللہ کی عبادت میں اس نے بھی کوئی کمی نہ رکھی تھی، اس لئے بہت زیادہ عبادت نجات کے لئے کافی نہیں ہوتی بلکہ نجات صرف رضائے الٰہی سے ملتی ہے اور رضائے الٰہی رضائے مصطفی میں ہے:و لسوف یعطیک ربک فترضیٰ {سورہ ضحیٰ، آیت:۵} اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ لہٰذا دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے رضائے مصطفیٰ حاصل کریں، نبی کی شان کے مطابق تعظیم کا حق ادا کریں، اور ہمیشہ یاد رکھیں۔

با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب

ایمان کی حفاظت کریں، ایمان کی دولت لُٹ گئی تو سب کچھ لٹ گیا۔ ہم اپنی ہر چیز کی حفاظت کی فکر تو کرتے ہیں، لیکن دولت ایمان کی حفاظت کی فکر نہیں کرتے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اِس زمانے میں ہر کوئی ایمان ہی کی بات کرتا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر اللہ کا نام ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں قرآن ہے۔ ہر کوئی حدیث دکھا رہا ہے لہٰذا ایمان کی حفاظت کے لئے اللہ تعالی کے اس حکم پر عمل کریں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۔{سورہ توبہ، آیت:۱۱۹}

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سچے کون ہیں؟-------------وہی لوگ------------جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ-{سورہ نساء، آیت:۶۹}

ترجمہ: اللہ نے انعام فرمایا انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں پر۔

اب ہمیں فیصلہ کرنا چاہئے کہ زیادہ سچے کون ہیں؟ ہم یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ؟ ہم یا شہید اعظم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ؟ ہم یا امام اعظم ابو حنیفہ و شافعی رحمہا اللہ؟ ہم یا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ؟ ہم یا یا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ؟ زیادہ صالح اور نیک کون؟-----------ہم یا غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ؟ یقینا فیصلہ یہی ہو گا کہ اللہ کے یہ محبوب بندے زیادہ سچے اور زیادہ نیک ہیں لہذا ہمیں بھی ان کے ساتھ ہو جانا چاہئے، ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

اللہ رب العزت ہمیں قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارنے اور اپنے محبوبوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

-------------------تمت بالخیر---------------

منجانب :دعوت قرآن ،ایجو کیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ خضر پور کولکاتا-۲۳